ایمان اور عمل صالح

فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں صاحب بالقابہ، صدر مملکت کی خدمت میں چند گزارشات

صدر ریاست جنرل محمد ایوب خاں نے لائل پور کے جلسہ عام میں ایک مرتبہ پھر اس بنیادی حقیقت کی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ جب تک ہمارے اندر انسانیت کے اصل جوہر پیدا نہیں ہوتے اس وقت تک ساری ترقی بیکار اور بے مقصد ہے اور انسانیت کے اصل جوہر کا واحد سرچشمہ اسلام ہے ـــــ یہاں تک تو موصوف نے وہی بات دہرائی ہے جو آپ تقریباً سات آٹھ ماہ سے مسلسل کہتے چلے آرہے ہیں اور حق یہ ہے کہ انہوں نے جس جرأت سے اسلام کے بارے میں باتیں کہی ہیں وہ ہر نوع لائق تحسین ہیں لیکن اس مرتبہ انہوں نے ایک دوسرا موضوع چھیڑا ہے جو ہمارے نزدیک عنوان اول سے کہیں زیادہ توجہ کا مستحق ہے موصوف نے فرمایا "بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام تو بڑی گرمجوشی اور عقیدت سے لیتے ہیں لیکن اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے عموماً غفلت برتتے ہیں"۔ اس اہم اور خطرناک صورت حال کے اسباب کا تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔ اس (اسلام کے ساتھ عقیدت اور جوش کا اظہار اور عمل سے گریز) کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے بہت سے رہنماؤں نے مذہب کو اپنی جاگیر سمجھا ہے، اور اس پر علم یا جہالت کے پردے ڈال کر عام آدمی کے ذہن سے دور رکھا ہے، پردہ علم کا ہو یا جہالت کا آخر پردہ ہی ہوتا ہے

دوسری وجہ یہ ہے کہ سیاست کی منڈی میں مذہب کا نام بڑی بے شرمی سے سستے داموں نیلام ہوتا رہا ہے۔ اور تیسری وجہ یہ ہے کہ ہمارے نظام تعلیم اور مغرب کی اندھی تقلید نے محض فیشن کے طور پر پڑھے لکھے طبقے کو اسلام سے بیزار کرنے میں بہت مدد دی ہے یہ غلامی کے دور کی یادگار ہے

صدر ریاست نے ان تین اسباب کو معین کر کے بڑی حد تک ایک چھپے ہوئے موضوع کو سمیٹنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ لیکن یہ موضوع ہی اتنا اہم ہے، کہ یہ کوشش مستحسن ہونے کے باوجود حصول مدعا کے لئے کافی نہیں،

اسلام کے ساتھ مسلمانوں کا یہ سلوک کہ وہ شاندار سے شاندار تر اور پرشکوہ الفاظ سے اسلام کی تعریف کرتے اور اس کے بارے میں جذبات کا اظہار کرتے ہیں لیکن سیرت و کردار اور اخلاق و عمل اسلام کے سانچے میں ڈھالنے سے نہ صرف گریز کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات اس سے علانیہ فرار و انکار کا رویہ اختیار کر لیتے ہیں ـــــ یہ مرض اگرچہ بہت پرانا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ دو سو سال سے اس مرض نے انتہائی خوفناک صورت اختیار کر لی ہے۔ اور یہ الم انگیز حالت بار ہا مشاہدے میں آئی ہے۔ کہ اگر کسی کو اسلام

کی بیخ کنی کرنی ہو۔ تو وہ دوسروں سے زیادہ اونچی آواز کے ساتھ اسلام زندہ باد کا نعرہ لگاتا ہے، اگر کسی کو اسلام کے عقائد و افکار کا حلیہ مسخ کرنا ہو، تو وہ اپنے زمانے کا سب سے بڑا محقق اور اسلامی علوم کا ماہر ہونے کا دعویٰ کرتا سنائی دیتا ہے، اگر قرآن کو بدلنے اور اپنی شخصیت کو سیزدہ صد سالہ دجال دین سے بلند تر ثابت کرنے کا داعیہ کسی کے دماغ میں سما جاتا ہے تو وہ بصیرت قرآنی کا پیکر بن کر نمودار ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص یا گروہ کا حقیقی مدعا مسلمانوں کو بیوقوف بنا کر قصر اقتدار پر چڑھنا ہو تو وہ نظام اسلام کے چند ٹکڑوں سے ایک زینہ تیار کرتا ہے اور اس کے ذریعے بام عروج تک پہنچنے کے لئے اپنے آپ کو سب سے زیادہ اسلام کا بہی خواہ ثابت کرتا ہے ——— یہ مرض اتنا شدید ہو چکا ہے کہ متعدد بار ایسا ہوا کہ کسی لسان ادیب، شعلہ مقال خطیب، ساحر حکمران اور ریاکار عالم نے اسلام کے حق میں دھواں دار تقریر کی، لوگوں کو تقویٰ، خشیت الٰہی اور پاکبازی پر ابھارا۔ لیکن بدبختی کی حد یہ کہ ایسی تقاریر عین اس حالت میں کی گئیں کہ مقرر کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی، اور تقریر کے معاً بعد تقویٰ و خدا ترسی کے داعی نے ظلم، بے حیائی، حق تلفی، ناانصافی، خود غرضی اور خلق خدا کو گمراہ کرنے والے ایسے اعمال کا ارتکاب کیا۔ کہ اس سے خدا کے فرشتے بھی چیخ اٹھے ہوں گے، ——— اور یہ مرض متحدہ ہندوستان اور پاکستان سے ہی مخصوص نہیں، اسلامی دنیا کے بہت سے گوشے ایسے ہیں، کہ اسلام ریاکار علماء، بدباطن صوفیا اور اسلام دشمن امراء و احکام کے نرغے میں گھرا ہوا ہے۔

ہم جب اس اضطراب انگیز موضوع کی تفاصیل پر غور کرتے ہیں اور اسلام سے فریب کاری کے گذشتہ و موجودہ حالات پر نگاہ دوڑاتے ہیں تو صدر ریاست کے یہ سخت الفاظ ہمیں بے انتہا نرم اور اظہار اضطراب کے لئے غیر مکتفی محسوس ہوتے ہیں کہ "اسلام جہالت کی منڈی میں سستے داموں فروخت ہو رہا ہے۔" صورت حال کی اس دل فگار وضاحت کے بعد مناسب ہوگا۔ کہ ہم زیادہ گہرائی میں اتر کر اس کے اسباب کا تعین کریں اور آخر میں ازالہ اسباب پر غور کریں۔

جس مرض کا اوپر ذکر ہوا۔ اگر اسے اصطلاحی الفاظ سے تعبیر کیا جائے۔ تو کہا جائے گا۔ کہ زبان سے صداقت اسلام کا اقرار و اعلان حقیقت ایمان سے محروم ہے اور اس کی وجہ سے اس گھن کھائے اسلام کے برگ و بار عمل صالح کی صورت میں نمودار نہیں ہو رہے ——— اس اعتبار سے پہلی چیز لائق توجہ یہ ہوئی کہ ایمان (و یقین) سے محرومی کے اسباب کیا ہیں؟ اور کیا وجہ ہے کہ زبان سے خدا، رسول، قرآن اور آخرت کو ماننے کے باوجود ان حقائق پر ایمان و یقین کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی، اور اس سے عمل صالح کا ماحول تشکیل نہیں پاتا۔

ہم عرض کریں گے کہ اس دور میں جو چیزیں دلوں کو ایمانی حقائق سے محروم کر رہی ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت ان مغربی افکار و علوم کو حاصل ہے جو الحاد اور تشکیک کا اصل سرچشمہ ہیں، اور چونکہ یہ افکار ایک صدی سے ہماری یونیورسٹیوں۔ کالجوں، ہائی سکولوں اور جملہ ذرائع تعلیم پر حاوی ہیں اور یہی افکار ہمارے ادب، لٹریچر اور وسائل نشر و اشاعت کا اصل سرمایہ ہیں، اس لئے ہماری نئی نسل سابق سے کہیں زیادہ حقائق ایمانیہ سے محروم پروان چڑھ رہی ہے۔

دوسرا بڑا سبب ایمان و یقین سے دلوں کو محروم کرنے کا یہ ہے کہ ایک عرصہ سے عالم اسلام ——— بالخصوص ہند و پاک، ایسے فتنوں کی آماجگاہ ہیں، جو دین کے نام پر بداعتقادی، تشکیک اور مرکز اسلام سے انقطاع کا درس دے رہے ہیں ——— اور یہ بات ادنیٰ سے ادنیٰ تامل کی متحمل نہیں، کہ اگر مسلمانوں میں اسلام کے نام پر یہ تبلیغ کی جائے کہ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی عقدہ کشائی نہیں کر سکتی۔ آج کے دور میں اسوہ رسول حجت دینی نہیں ہو سکتا۔ یا آج حضور کی نبوت نجات کے حصول کے لئے

کافی نہیں تو یہ بولیاں جن جن حلقوں میں قبولیت حاصل کرتی جائیں گی۔ وہاں سے ایمان کی روح کی پرواز یقینی ہے ـــــ یہاں پر یہ نکتہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینے کا ہے کہ اس اُمّت کی فلاح کا واحد ذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہم جہتی اور قطعی طور پر ہر استثنیٰ سے پاک اور ہر شخص کی مداخلت سے مبرّا تعلق ہے۔ یہ تعلق جس قدر مضبوط ہوگا جس قدر دوسروں کی مداخلت سے پاک ہوگا۔ اور جس حد تک دل و دماغ، جذبات پر حاوی ہوگا، اسی قدر ایمان مستحکم ہوگا۔ اور اس کے نتیجہ میں عمل صالح بروئے کار آئے گا۔

تیسرا بنیادی سبب اضمحلال ایمان کا یہ ہے۔ کہ جو لوگ سب سے زیادہ اسلام کی علمبرداری کا دعویٰ کرتے ہیں، ـــــ اہلِ منبر و محراب سیاست و صحافت جملہ طبقات ـــــ ان کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل ہے جو نہ صرف یہ کہ اس دعویٰ کی تصدیق اپنے عمل سے نہیں کرتی، بلکہ ان کی عملی زندگی اسلام کے فلسفۂ عقائد اور ضوابطِ اعمال و کردار کی نفی کرتی ہے ـــــ اور جب عوام ایک طرف اپنے ان دینی و سیاسی اور پڑھے لکھے راہنماؤں کے خطبات، مواعظ، تقریروں اور شہ پاروں کو اسلام سے مزیّن دیکھتے ہیں اور دوسری جانب ان کے اعمال ان کے ارشادات کے برملا خلاف پاتے ہیں، تو یہ بیچارے عامی لوگ خیال کرنے لگتے ہیں، کہ خدا۔ آخرت، دوزخ وغیرہ یہ سب ڈرانے کی چیزیں ہیں حقیقت نہیں ہیں ـــــ اگر یہ حقیقی اشیا ہوتیں، تو جو لوگ دوسروں کو ان سے ڈراتے ہیں، وہ خود ضرور ان کا خوف اپنے دل میں رکھتے ہوتے اور چونکہ ان کے اعمال گواہ ہیں کہ ان حقائق کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس لئے یہ محض ڈرانے کی چیزیں ہیں نہ کہ حقائق۔

چوتھا اہم سبب ایمان کے ضعف کا یہ ہے کہ ہمارے ہاں اسلام کے بنیادی عقائد کو تو بہت کم عام کیا گیا ہے اسلام کی جزئیات اور فروعات کو اصل دین کی حیثیت سے بڑی شدت سے پیش کیا گیا ـــــ اگرچہ یہ بات بھی بڑی حد تک ایمان کے ماحول کو مضمحل کرنے کے لئے کافی تھی۔ لیکن جس چیز نے اس بات میں سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی عقائد کو مناظرہ بازی کا عنوان بنا لیا گیا۔ اور دینِ حق کے بنیادی و اساسی اصولوں کو فرقہ داریت کی بھینٹ چڑھا دیا گیا۔ چنانچہ بے شمار عقائد نے کفر سازی کا کام دیا۔ اور لاتعداد مسائل نے گروہی تعصبات کی آگ کو بھڑکایا اور نتیجۃً اسلام (معاذ اللہ) جھگڑے اور اختلاف کا دین متصور ہونے لگا۔ اور مسلمان، ایک اُمّت کی بجائے متعدد فرقوں میں بٹ کر رہ گئے۔

ان مناظروں اور مذہبی مناقشات نے مغربی افکار سے مرعوب و متاثر نوجوانوں کو شدید طور پر متاثر کیا۔ اور ان کی اکثریت دین اور دین کی تعلیمات سے دل برداشتہ ہو کر یا تو معطل ہو گئی اور یا پھر اسے الحاد اشتراکیت کے دیو نے نگل لیا۔

یہ تو چند بڑے اسباب تھے جو ایمان کے ضعف کا باعث بنے۔ ـــــ اسی طرح عمل صالح کی راہ میں بھی بے شمار رکاوٹیں ہمارے ہاں پیدا ہوتی چلی گئیں، سب سے بڑی رکاوٹ تو یہی ایمان کا ضعف و اضمحلال ہی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں فحاشی اور جنسی آوارگی نے واقعات و حوادث سے آگے نکل کر ماحول کی سی صورت اختیار کر لی، اور ہمارے دیکھتے دیکھتے یہ کیفیت عام ہو گئی کہ ہمارے ادیبوں نے "جنس" (SEX) کو پوری عریانی کے ساتھ ابھارا اور ملک کے پبلشروں کی عظیم اکثریت نے فحش لٹریچر کا انبار جمع کر دیا۔ اور اس انبار نے نوجوان نسل کے کیریکٹر کو دیمک کی طرح چاٹ لیا۔

ہماری صحافت نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ اور باقاعدہ فلمی اخبارات (جن کی تعداد پچھلے ڈیڑھ سال میں بیسیوں گنا بڑھ گئی ہے) کے علاوہ تقریباً ہر اخبار نے مارکیٹ میں مقبول ہونے کے لئے ضروری سمجھا کہ فلمی صفحات شائع ہوں، فحش ادب کو ترجیح دی جائے خبروں میں جنسیّت کو ابھارا جائے جرائم کی زیادہ سے زیادہ تشہیر ہو، اور جہاں تک بس چلے عورت کو صفحات کی زینت بنایا جائے

اس باب میں یہ بات خصوصیت سے مستحق توجہ ہے کہ ایک مختصر عرصہ سے بعض مقبول ترین اخبارات نے رقص و عریانی کے مناظر کی اشاعت کا خاص اہتمام شروع کر دیا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اس ملک میں فحاشی و بے حیائی کو عام کرنا ہے

سینما — یہ صنعت بجائے خود اچھی ہو یا بری، اس سے قطع نظر ہمارے ہاں فلموں کے نام، ان کی کہانیاں، ان کے پلاٹ حد درجہ عریاں اور جرائم پر برانگیختہ کرنے والے ہیں اور حد یہ ہے کہ پولیس کے ذمہ دار حضرات چلا اٹھے ہیں، کہ ملک میں جرائم کی کثرت کا اہم ترین سبب فلمیں ہیں — اور فلموں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ اکثر شہروں میں گذشتہ دس سال میں سینکڑوں نئے سینما ہال بنے اور اس کے باوجود شاید ہی کوئی سینما ایسا ہوگا، جس کا ٹکٹ شائقین کو بآسانی حاصل ہو سکتا ہو،

قحبہ خانے — بلاشبہ ایک پرانی لعنت ہے، لیکن کوئی ذی ہوش شخص انکار نہیں کر سکتا کہ بدی کے یہ مراکز عمل صالح ہی کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں، بدکرداری، بے حیائی، خدا سے بے خوفی اور بدمعاشی کے لئے بھی یہ سب سے زیادہ محرک ہیں —

پانچویں چیز جس نے یہ صورت حال پیدا کی وہ یہ ہے کہ اس دور میں متعدد حضرات اسلام کے علمبردار بن کر اٹھے جن کا علم اسلام کے بارے میں ناقص تھا، ان میں سے بعض نے اسلام کو انسانی افکار کی طرح ترمیم و تنسیخ کا محتاج سمجھا اور اسلام کی جس بات پر چلنا ان کے لئے دشوار محسوس ہوا، انہوں نے اسے بلطائف الحیل ناقابل عمل ثابت کرنا شروع کر دیا۔ جس اصول و فکر کو سطحی معلومات کے خلاف سمجھا۔ اس کی غلط تاویلات کر کے ان کا حلیہ مسخ کر دیا۔ اور جس عقیدہ کو رائج افکار کے خلاف سمجھا، یا تو سرے سے اس کے عقیدہ ہونے سے انکار کر دیا۔ اور یا پھر تعبیر و تفہیم کا ایسا اسلوب اختیار کیا کہ اس سے اسلام کی روح نکال کر باہر پھینک دی، اور خالی مسخ شدہ ڈھانچے کو اسلام کا عقیدہ ثابت کرنے پر زور دینے لگے۔

اسی گروہ کے بعض افراد نے یہ طرز عمل اختیار کیا کہ جس دور میں جس چیز کا غلبہ ہوا۔ اسلام کو اس سے ہم آہنگ ثابت کرنے کے لئے اسلام کے ان اجزاء کو مکمل اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی جو اس غالب چیز کی تائید کرتے تھے۔ ان حضرات کی کوششوں سے کبھی اسلام ایک روحانی مت بنا، کبھی اسلام نے سیاسی دین کی حیثیت اختیار کی، اور کسی دور میں اسلام ایک قومی نظریہ بن کر رہ گیا۔ ان مساعی کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ اسلام کی اپنی مکمل صورت اوجھل ہو گئی۔ اور اس کے بعض اجزاء بار بار مکمل دین کی صورت میں سامنے آتے رہے جس سے عام لوگوں میں سے بعض نے یہ تاثر لیا۔ کہ اسلام بحیثیت نظام حیات کوئی مستقل چیز نہیں، اسلام صرف چند قدروں کا نام ہے رہا ان کی تشکیل کا مسئلہ تو اسے جس طرح لوگ پسند کریں — لیکن ایک دوسرا گروہ اس طرز عمل سے اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام ذہین اور ذی علم لوگوں کا آلہ کار رہا ہے اور اسے ہر دور میں چند متعین مقاصد کے حصول کے ذریعہ کی حیثیت حاصل رہی ہے

ظاہر ہے اگر اسلام کے بارے میں اس نوع کے تصورات عام لوگوں کے ذہنوں میں جاگزیں ہو جائیں، تو اس پر ان کا یقین کس طرح راسخ ہو سکتا ہے۔ اور جس چیز پر انسان کا یقین مستحکم نہ ہو وہ اس کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی مشقت کیوں کر برداشت کر سکتا ہے ایمان اور یقین کو کمزور کرنے والے اسباب زیادہ تر اسلام کے مفہوم اور آیات الٰہیہ کے معانی و مطالب کو مسخ کرنے سے متعلق ہیں

اس کی ذمہ داری ان ذی علم طبقات پر ہے جو اسلام کی نمائندگی اور مسلمانوں کی سربراہ کاری کے مقام پر فائز ہیں، ان اسباب کا بدیہی نتیجہ یہی برآمد ہو سکتا تھا اور ہوا کہ ـــــ ایمان کا فطری نتیجہ جو اعمال صالح کی صورت میں برآمد ہونا چاہیئے تھا۔ وہ سامنے نہیں آیا اور صورت حال یہ ہوگئی کہ فضا میں اسلام اسلام کی صدائیں تو سُننے میں آئیں اور اسلام زندہ باد کے نعرے بھی گونجے۔ لیکن عمل صالح کا ماحول پیدا نہ ہو سکا'

لیکن یہ باب تشنۂ تفصیل رہے گا۔ اگر ہم اس عنوان پر غور نہ کریں۔ کہ عمل صالح کے زوال اور سیرت و کردار کی خرابیوں میں ارباب اختیار۔ اصحاب ثروت' اہل صحافت اور دوسرے مؤثر طبقات کی غلطیوں نے کس قدر اضافہ کیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا نمبر مرد و زن کے اختلاط کا ہے اسلام کی تعلیمات اس بارہ میں کیا ہیں ہم یقین رکھتے ہیں کہ تمام تر بگاڑ کے باوجود ہنوز مسلمان اس سے آگاہ ہیں، کہ دفاتر۔ بازاروں' نجی و سرکاری مجالس اور دوسرے اجتماعی مواقع پر عورتوں اور مردوں کا جو اختلاط آج پایا جاتا ہے۔ یہ صریح طور پر حرام ہے اسی طرح ہمیں اس پر بھی اعتماد ہے کہ عام مسلمان سینما کی سٹیج اور ثقافتی تقریبات پر عورت کے ناچ، بے حجابی اور دوسری حرکات کو اسلام کے خلاف سمجھتے ہیں، اور ہمارا یقین اس حقیقت ثابتہ پر بھی ہے۔ کہ اخبارات و رسائل اور دوسرے وسائل نشر و اشاعت میں عورت کو جس بے حجابی سے پیش کیا جا رہا ہے۔ ہماری قوم کے باشعور افراد ان باتوں سے متنفر ہیں، اور وہ ان تمام حرکات و اعمال کو اسلامی و قومی و ملی غیرت کی نفی کے مترادف سمجھتے ہیں'

لیکن صورت واقعہ یہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کا یہ ذہن اور دوسری جانب موجودہ ماحول اور فضا ہے۔ جس میں عورت کی بے پردگی و بے حجابی ہی کو فروغ حاصل نہیں، اسے جذبات کی انگیخت اور فحاشی کو مسلمانوں میں عام کرنے کے لئے دانستہ و نادانستہ استعمال کیا جا رہا ہے ـــــ اور اس کے نتیجے میں خدا سے بے خوفی، اسلامی اقدار و اخلاق سے فرار اور بے غیرتی و بے حیائی کا ایسا دور دورہ ہے۔ جس میں خدا سے ڈرنے کی تلقین بے اثر وعظ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے ـــــ اور ہم دلی رنج کے ساتھ یہ عرض کرنے پر مجبور ہیں کہ اس باب میں سابق اور موجودہ تمام حکومتوں کا طرز عمل یکساں بھی ہے اور اس غلط صورت حال کو خطرناک نتائج تک لے جانے والا بھی۔ سیرت و کردار کو ایمانی اثرات اور عمل صالح سے محروم رکھنے کی ذمہ داری غلط ملکی نظم و نسق پر بھی عائد ہوتی ہے جس ملک میں عدل اتنا گراں ہو کہ اس کے حصول کے بعد جیتنے والا بھی اپنے آپ کو ہارا ہوا محسوس کرے۔ اور حق طلب کرنا اتنا دشوار ہو کہ وسیع تر وسائل رکھنے والے بھی اس بلند چوٹی تک بمشکل پہنچ سکیں، رشوت کی گرم بازاری اس نوع کی ہو کہ ہر شخص اس لعنت سے بچنے کی سکت اپنے اندر نہ پاتا ہو' خویش پروری کا یہ عالم ہو کہ لکھے ہوئے فیصلے تبدیل کیے جانا معمول بن چکا ہو، سیاسی دھڑے بندیاں اس قدر غالب ہوں کہ انہیں "عدل" کے پیمانہ کی حیثیت حاصل ہو جائے' اصحاب رسوخ کی عدالتوں میں مداخلت اس درجہ تک جا پہنچی ہو کہ ان کا احترام تک دلوں سے اٹھ چکا ہو اور قانون اتنا پیچیدہ اور لچکدار ہو۔ کہ وکیل کی چرب زبانی قتل اور اغوا کے مجرموں کو بے خوف بنائے ہوئے ہو ـــــ ایسے ملک میں اگر عمل صالح کی جگہ عمل فاسد حاصل کر لے اور سیرت و کردار زوال پذیر ہو جائے تو اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے۔

ملکی نظم و نسق موجودہ حکومت کو بطور ورثہ کس حال میں ملا؟ اس سوال کا شافی جواب آئین کمیشن کی رپورٹ میں دیا جا چکا ہے جو کسر باقی ہے۔ وہ سرکاری ملازمین کی سکریننگ اور گذشتہ دور کے اصحاب سیاست کے اعمال کے جائزہ سے پوری ہو جائے گی اور یہ بات بآسانی سمجھی جا سکے گی کہ گذشتہ بارہ سال میں قوم کو خدا کے خوف اور اخلاق سے تہی دامن کرنے میں حکومتوں کے نظم و نسق کا حصہ کتنا ہے، عمل صالح کے فقدان کا ایک اہم سبب ہمارے ملک کا معاشی عدم توازن بھی ہے۔ دولت کا سمٹ سمٹا کر ایک دو مین طبقات

میں مضمحل ہو جانا، متوسط طبقہ کی حالت کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جانا اور عوام کی اکثریت کا حصولِ رزق کی جدوجہد میں مویشیوں کی سطح پر پہنچ جانا یہ ایسے بواعث ہیں جن کا براہِ راست نتیجہ ـــ بالخصوص ضعفِ ایمان و یقین کی حالت میں ـ اخلاقی زوال کے سوا کسی صورت میں رونما نہیں ہو سکتا ـــ اخلاقی زوال میں ہمارے ہاں کے ٹیکسیشن کے نظم نے بھی نمایاں پارٹ ادا کیا ہے ـ اور اگر کوئی کمیشن اس مسئلہ پر غور کے لئے مقرر ہوا، تو معلوم ہو سکے گا ـ کہ ٹیکسیشن کی شرح اور ٹیکس کے وصول کرنے والوں کا کتنا حصہ لوگوں کو بے ضمیر و بد اخلاق بنانے میں ہے ـ

ضعفِ ایمان کے پانچ مذکورہ اسباب اور خرابیٔ سیرت و کردار کے ان تین بنیادی محرکات کی تعیین و توضیح کے بعد صرف یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ جنرل محمد ایوب خاں جس ایمان اور صالح عمل کی تلقین فرما رہے ہیں ـــ اور ہر شریف النفس انسان اس باب میں ان کی گرمجوشانہ تائید و حمایت پر مجبور ہے ـــ وہ کس طرح پیدا کیا جا سکتا ہے ـ

ہم صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں ـ کہ جہاں تک اسلام اور اس کی ترجمانی کے بارے میں اہلِ علم کی غلط روش کا تعلق ہے ـــ جس کی تفصیلات ہم اوپر عرض کر آئے ہیں ـــ اس میں اس دور کی اکثر حکومتیں کوئی اہم کارنامہ انجام نہیں دے سکتیں، اس خرابی کی اصلاح درحقیقت کارِ تجدید ہے اور اس کے لئے اسلام کے بارے میں عظیم تر تحقیق، قرآن و سُنت میں گہری بصیرت، ایمانی حقائق پر بے پناہ عزیمت کا حامل یقین اور تقویٰ و تعلق باللہ میں ایک ایسا اونچا مقام جو ان پستیوں سے کہیں بلند ہو، جہاں سے اس خرابی کا آغاز ہو سکتا ہے ـــ اس کام کے لئے حکمرانوں میں سے عمر بن عبدالعزیز (اصحابِ عزیمت اہلِ علم میں سے احمد بن حنبل ابن تیمیہ ـ مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ (علیہم الرحمۃ والغفران) کے جانشینوں کی ضرورت ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ یہ مقام ہر شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا ـــ لیکن اس کا نتیجہ مایوسی نہیں ہونا چاہئے ـ بلکہ صحیح طریقِ فکر یہ ہے کہ دینی صلاحیتوں کو معیار بنا کر حدودِ کار متعین کر لینی چاہئیں ـ اور اس باب میں جو کچھ ممکن ہو، اسے پورے حزم و احتیاط سے کر گزرنا چاہئے ـ

ہماری رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں موجودہ حکومت بھی بعض مفید اقدامات کر سکتی ہے، مثلاً

(۱) قانوناً کسی شخص کو یہ حق نہیں ہونا چاہئے، کہ وہ کسی مُسلمان کو کافر قرار دے ـــ اس کے لئے ملک کے قابلِ اعتماد متقی اور علمِ دین میں گہری بصیرت رکھنے والے علماء کا ایک بورڈ ہو، اور اسے ہی یہ حق ہو کہ عقائد کے بارے میں اس نوع کی بات کر سکے،

(۲) پبلک مناظرے قطعی طور پر بند کر دیئے جائیں ـ

(۳) تمام ایسے مزارات جن کے ساتھ جائیدادیں وقف ہیں ان کے لئے ذی علم افراد پر مشتمل ٹرسٹ بنا دیئے جائیں اور ان کی آمدنی سے اسلام کے بنیادی اصولوں کی تبلیغ و اشاعت اور صحیح تعلیم گاہوں کی کفالت کا کام لیا جائے ـ

(۴) دینی تعلیم کو عام کیا جائے اور ملک کے موجودہ نظامِ تعلیم کو یکسر بدل کر ایسا نظامِ تعلیم جاری کیا جائے جس سے مسٹر اور مُلّا کی تفریق اور دین و دنیا کی تعلیم کا امتیاز ختم ہو ـ

(۵) اسلام کے بنیادی اصولوں کی اشاعت کا کام حکومت اپنے اہتمام سے کرے اولاً علماء کا ایک بورڈ مقرر ہو جو ان اصولوں کو ترتیب دے اور پھر حکومت اپنے وسائل کو حرکت میں لائے اور ان اصولوں کی اشاعت اس پیمانے پر کرے کہ ملک کا کوئی باشندہ ان سے بے خبر نہ رہے

(۶) عمالِ حکومت کی تربیت کا نیا نظام قائم کیا جائے ان کی تعلیمی قابلیت کیساتھ ساتھ اخلاقی و دینی تربیت کو بنیادی اہمیت دی جائے

(باقی آئندہ) "ماخوذ از المنیر لائلپور"